اسلامی فکری ارتقاء میں قرآنی نظام کی عملی تعبیر

ایک تقابلی و تنقیدی مطالعہ



ابو حیان سعید

اسلامی فکری ارتقاء میں ' قرآنی نظام کی عملی تعبیر '

ایک تقابلی و تنقیدی مطالعہ

ابو حیان سعید

خلاصہ

اسلامی فکر تاریخ کے مختلف ادوار میں بدلتے ہوئے سیاسی، فکری اور تہذیبی بحرانوں کے جواب میں نئی ترجیحات اختیار کرتی رہی ہے۔ کبھی روحانی تطہیر مرکزی مسئلہ بنی، کبھی نص کی حفاظت، کبھی امت کی اصلاح، کبھی فکری تجدید اور کبھی نظامی انقلاب۔ اس مقالے کا مقصد ان ارتقائی مراحل کا تقابلی جائزہ لینا اور یہ تعین کرنا ہے کہ ' قرآنی نظام کی عملی تعبیر' کا تصور اس تسلسل میں کس مقام پر واقع ہوتا ہے۔ مقالہ کلاسیکی محافظانہ روایت، اصلاحی فکر، انقلابی نظریہ اور سماجی مزاحمتی شعور کے تناظر میں قدیم و جدید مفکرین کے فکری منہج کا تنقیدی تجزیہ پیش کرتا ہے۔

تعارف

اسلامی تاریخ میں فکر کا ارتقاء خطِ مستقیم نہیں بلکہ ترجیحات کی تبدیلی کا عمل ہے۔ ہر دور میں سوال مختلف رہا اور جواب بھی اسی کے مطابق ڈھلا۔ اگر ہم اس ارتقاء کو ایک فکری نقشے میں رکھیں تو ہمیں تحفظ، اصلاح، تجدید، انقلاب اور اطلاق کے مراحل نظر آتے ہیں۔

یہ تحقیق اس سوال پر مرکوز ہے:

کیا " قرآنی نظام کی عملی تعبیر " اسلامی تجدیدی روایت کا منطقی تسلسل ہے یا ایک نئی تعبیراتی جہت ؟

اسلامی فکر کی تاریخ دراصل ایک مسلسل مکالمہ ہے جو بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ جاری رہا۔ یہ ارتقاء کسی سیدھی لکیر کی طرح نہیں بلکہ مختلف ادوار میں ترجیحات کی تبدیلی کا نام ہے۔ ہر دور میں چیلنج مختلف تھا، اس لیے سوال بھی مختلف رہا اور جواب

بھی۔ کبھی خطرہ ایمان کے باطن کو لاحق تھا، کبھی نص کی اصل صورت کو، کبھی امت کی وحدت کو، کبھی مسلم ذہن کی تخلیقی قوت کو، اور کبھی ریاست و نظام کے قیام کو۔ اسی لیے اسلامی فکر نے کبھی روحانی تزکیہ کو مرکز بنایا، کبھی نص کی حفاظت کو، کبھی اجتماعی اصلاح کو، کبھی اجتہادی تجدید کو اور کبھی انقلابی جدوجہد کو۔

معاصر دور میں جب مذہبی انتہاپسندی، فکری انتشار، سیکولر چیلنج اور مذہبی تعبیرات کا تصادم ایک ساتھ موجود ہیں، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کو محض نظریاتی حوالہ کے طور پر نہیں بلکہ ایک عملی فکری فریم ورک کے طور پر کیسے برتا جائے۔ اسی پس منظر میں "قرآنی نظام کی عملی تعبیر" کا تصور اہمیت اختیار کرتا ہے۔

کلاسیکی مرحلہ بنیادی طور پر تحفظِ ایمان اور نص کے گرد گھومتا ہے۔ امام غزالی کے دور میں یونانی فلسفہ، باطنی تحریکیں اور عقلی شکوک مسلم معاشرے میں سرایت کر چکے تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اصل بحران فرد کے دل اور روح کا ہے۔ اس لیے انہوں نے تصوف اور تزکیۂ نفس کے ذریعے ایمان کی داخلی مضبوطی کو اصل حل قرار دیا۔ ان کے نزدیک معاشرتی اصلاح کی بنیاد فرد کا باطن ہے۔ اس مرحلے میں فکر کا رخ اندر کی طرف ہے۔

ابن تیمیہ کے زمانے میں مسئلہ کچھ مختلف تھا۔ منگول حملے، سیاسی زوال اور فقہی جمود نے مذہبی فکر کو انتشار کا شکار کر دیا تھا۔ انہوں نے تاویلات اور بدعات کے مقابلے میں قرآن و سنت کے اصل متن کی طرف براہِ راست رجوع کو ضروری سمجھا۔ ان کے ہاں ترجیح دین کی اصل صورت کو محفوظ رکھنا تھی۔ اس مرحلے میں فکر محافظانہ رنگ اختیار کرتی ہے، جہاں بقا اور خالصیت بنیادی مقصد بن جاتے ہیں۔

اگلے مرحلے میں اصلاحِ امت کا سوال نمایاں ہوتا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کے زمانے میں برصغیر سیاسی کمزوری اور فکری اختلافات کا شکار تھا۔ انہوں نے امت کی اجتماعی بحالی کا منصوبہ پیش کیا۔ ان کا کارنامہ فقہ اور حدیث کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنا اور مختلف فقہی مکاتب کے درمیان توازن قائم کرنا تھا۔ یہاں فکر فرد سے نکل کر اجتماعی سطح پر آ جاتی ہے۔

انیسویں اور بیسویں صدی میں مسلم دنیا کو جدیدیت، استعمار اور قوم پرستی جیسے چیلنجز کا سامنا ہوا۔ علامہ اقبال نے مسلم ذہن کے جمود کو اصل مسئلہ قرار دیا۔ ان کے نزدیک مسئلہ صرف سیاسی نہیں بلکہ فکری تھا۔ انہوں نے اجتہاد کو زندہ کرنے، حرکت

اور خودی کو بیدار کرنے کی دعوت دی اور مذہبی فکر کو فلسفیانہ سطح پر ازسرنو مرتب کرنے کی کوشش کی۔ ان کی فکر مکالماتی اور تخلیقی تھی۔

سید مودودی نے اسلام کو ایک مکمل نظامِ حیات کے طور پر پیش کیا۔ ان کے ہاں اصل سوال یہ تھا کہ جدید قومی ریاست کے مقابل ایک اسلامی ریاست کیسے قائم ہو سکتی ہے۔ انہوں نے فکر کو سیاسی اور انقلابی سمت دی۔ اسی تسلسل میں سید قطب نے جاہلیت کے تصور کے ذریعے دنیا کو دو واضح حصوں میں تقسیم کیا اور انقلابی تبدیلی کو ناگزیر قرار دیا۔ ان کے ہاں تصادم کا عنصر زیادہ نمایاں ہے۔

ڈاکٹر علی شریعتی نے مذہبی جمود اور استعماری ڈھانچوں کے خلاف اسلام کو ایک مزاحمتی شعور کے طور پر پیش کیا۔ انہوں نے روایت پر تنقید کی اور دین کو سماجی بیداری کا ذریعہ بنایا۔ یہاں فکر کا رخ سماجی شعور اور نظریاتی مزاحمت کی طرف ہے۔

امین احسن اصلاحی نے قرآن کی داخلی ساخت اور نظم پر زور دیا۔ ان کے نزدیک مسئلہ یہ تھا کہ قرآن کو منتشر آیات کے مجموعے کے طور پر نہیں بلکہ ایک مربوط وحدت کے طور پر سمجھا جائے۔ اس سے تفسیر کا منہج بدلتا ہے اور متن کی گہرائی واضح ہوتی ہے۔

ان تمام مراحل کے بعد معاصر مفکر یوسف سیجا کی فکر سامنے آتی ہے، جو ایک مختلف سوال اٹھاتی ہے۔ وہ یہ نہیں پوچھتے کہ صرف حفاظت کیسے کی جائے یا انقلاب کیسے لایا جائے، بلکہ یہ کہ قرآن کو عملی زندگی میں فکری رہنمائی کے طور پر کیسے استعمال کیا جائے۔ ان کے ہاں عقل اور وحی کے درمیان توازن ہے۔ وہ دین اور انسانی تعبیر میں فرق کرتے ہیں، یعنی دین کو قطعی اور تعبیر کو انسانی اور قابلِ نظرثانی سمجھتے ہیں۔ ان کا اسلوب مکالماتی ہے، فتوٰی پر مبنی نہیں۔ وہ روایت سے مکمل انقطاع کے قائل نہیں، لیکن اسے مطلق بھی نہیں مانتے۔ ان کا زور اس بات پر ہے کہ قرآنی اصولوں کو معاصر سماجی، اخلاقی اور فکری مسائل پر کیسے منطبق کیا جائے۔

اگر تقابلی انداز میں دیکھا جائے تو غزالی کا مرحلہ باطنی اصلاح کا، ابن تیمیہ کا محافظانہ تحفظ کا، شاہ ولی اللہ کا اجتماعی توازن کا، اقبال کا فلسفیانہ تجدید کا، مودودی اور قطب کا سیاسی و انقلابی تشکیل کا، شریعتی کا مزاحمتی شعور کا اور اصلاحی کا

متنی تنظیم کا مرحلہ ہے۔ یوسف سیجا اس تسلسل میں اطلاقی مرحلے کی نمائندگی کرتے ہیں، جہاں قرآن کو عملی فکری فریم ورک کے طور پر برتنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

تاہم اس فکر کے ساتھ کچھ اہم سوالات بھی وابستہ ہیں۔ اگر دین اور تعبیر میں فرق کیا جائے تو کیا روایت کی اتھارٹی کمزور ہو گی؟ کیا عام سطح پر یہ امتیاز ابہام پیدا کرے گا؟ عملی تعبیر کے حدود و قیود کیا ہوں گے؟ کیا یہ ماڈل ریاستی سطح پر قابلِ عمل ہے یا صرف فکری سطح تک محدود رہے گا؟ یہ سوالات اس فکر کی آئندہ سمت متعین کریں گے۔

مجموعی طور پر اسلامی فکر کا سفر ایمان کی داخلی حفاظت سے شروع ہو کر اجتماعی اصلاح، فکری تجدید، نظامی انقلاب اور سماجی مزاحمت تک پہنچا ہے۔ موجودہ مرحلے میں "قرآنی نظام کی عملی تعبیر" اس ارتقائی سلسلے کی ایک نئی جہت معلوم ہوتی ہے، جہاں قرآن کو محض نظریہ نہیں بلکہ عملی رہنمائی کے منبع کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ یوسف سیجا اس تناظر میں نہ مکمل محافظ ہیں، نہ محض انقلابی، نہ صرف فلسفی اور نہ ہی فقط مفسر، بلکہ ایک ایسے مکالماتی اطلاق کے داعی ہیں جو اسلامی فکر کو عملی سطح پر متوازن انداز میں آگے بڑھانے کی کوشش کرتا ہے۔

اوّل: کلاسیکی مرحلہ ۔ تحفظِ ایمان اور نص

1. روحانی تطہیر کا منہج

غزالی نے فلسفیانہ تشکیک اور باطنی انتشار کے دور میں فرد کے باطن کو مرکز بنایا۔ ان کے نزدیک مسئلہ نظریاتی نہیں بلکہ روحانی انحراف تھا۔ لہٰذا حل بھی تزکیۂ نفس میں تلاش کیا گیا۔

یہ مرحلہ فرد کی نجات اور ایمان کی داخلی مضبوطی پر مرکوز تھا۔

2. نص کی حفاظت کا منہج

ابن تیمیہ نے فکری انتشار اور بدعات کے مقابل نص کی براہ راست طرف رجوع کو ترجیح دی۔ ان کے ہاں اصل مسئلہ تاویل کا پھیلاؤ تھا، اس لیے اصلاح کا مرکز "اصل متن" بنا۔

یہاں فکر کا زاویہ محافظانہ (Preservationist) ہے۔

دوم: اصلاحِ امت کا مرحلہ

3. اجتماعی توازن کی بحالی

شاہ ولی اللہ دہلوی نے سیاسی زوال اور فقہی انتشار کے ماحول میں امت کی اجتماعی اصلاح کا پروگرام پیش کیا۔ ان کا کارنامہ فقہی ہم آہنگی اور حدیث و فقہ کے درمیان توازن پیدا کرنا تھا۔

یہ مرحلہ فرد سے بڑھ کر امت کی سطح پر آتا ہے۔

سوم: فکری تجدید اور نظامی تشکیل

4. فکری تجدید

علامہ اقبال نے مسلم ذہن کے جمود کو اصل بحران قرار دیا۔ ان کے ہاں اجتہاد، حرکت اور خودی بنیادی تصورات ہیں۔ اقبال نے مذہبی فکر کو فلسفیانہ سطح پر ازسرنو تشکیل دینے کی کوشش کی۔

5. نظامی انقلاب

سید مودودی نے اسلام کو مکمل نظامِ حیات کے طور پر پیش کیا۔ ان کے ہاں اصل سوال یہ تھا کہ جدید قومی ریاست کے مقابل اسلامی نظام کیسے قائم ہو۔ یہاں فکر سیاسی اور انقلابی سمت اختیار کرتی ہے۔

چہارم: نظریاتی تصادم اور سماجی مزاحمت

6. نظریاتی تصادم

سید قطب نے "جاہلیت" کے تصور کے ذریعے دنیا کو اسلامی و غیر اسلامی نظاموں میں تقسیم کیا۔ ان کے ہاں اصلاح نہیں بلکہ انقلابی تبدیلی اور نظامی ٹکراؤ مرکزی بیانیہ ہے۔

7. سماجی بیداری

ڈاکٹر علی شریعتی نے مذہبی جمود اور استعماری ڈھانچوں کے خلاف اسلام کو مزاحمتی شعور کے طور پر پیش کیا۔ ان کے ہاں روایت تنقید کے دائرے میں ہے اور دین کو سماجی بیداری کا محرک بنایا گیا۔

پنجم: متنی تنظیم

8. نظمِ قرآن

امین احسن اصلاحی نے اپنے استاد حمید الدین فراہی کی طرح قرآن کی داخلی ساخت اور سورتوں کے ربط پر زور دیا۔ ان کے ہاں بنیادی مسئلہ متن کو مربوط وحدت کے طور پر سمجھنا تھا۔

ششم: قرآنی نظام کی عملی تعبیر ۔ یوسف سیجا

معاصر مرحلے میں یوسف سیجا کی فکر ایک نئے سوال کے ساتھ سامنے آتی ہے:

قرآن کو محض نظریاتی یا انقلابی متن کے طور پر نہیں بلکہ عملی فکری فریم ورک کے طور پر کیسے برتا جائے؟

ان کی فکر کے نمایاں نکات: عقل اور وحی میں توازن , دین اور انسانی تعبیر میں فرق مکالماتی اور غیر فتوٰی اسلوب , قرآنی اصولوں کی عملی سطح پر تعبیر.

تقابلی تجزیہ: اسلامی فکری ارتقاء

مرحلہ	مفکر / تحریک	ترجیح	نوعیت
1	غزالی	روحانی تطہیر	باطنی
2	ابن تیمیہ	نص کی حفاظت	محافظانہ
3	شاہ ولی اللہ	امت کی اصلاح	اجتماعی
4	اقبال	فکری تجدید	فلسفیانہ
5	مودودی	نظامی انقلاب	سیاسی
6	سید قطب	نظریاتی تصادم	انقلابی
7	علی شریعتی	سماجی مزاحمت	تنقیدی
8	اصلاحی	متنی تنظیم	تفسیری
9	یوسف سیجا	عملی تعبیر	اطلاقی اصلاح
10	ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی	توحیدی تحریک	عقیدہ اور تنظیمی

تشریح

اس جدول سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی فکر ہر دور میں اپنے وقت اور مفکر کے فہم کے مطابق مختلف ترجیحات اختیار کرتی رہی۔
غزالی نے باطنی اصلاح کو اہم سمجھا، ابن تیمیہ نے دین کی اصل صورت کی حفاظت، شاہ ولی اللہ نے اجتماعی اصلاح، اقبال نے فکری تجدید، مودودی اور سید قطب نے سیاسی اور انقلابی تبدیلی، علی شریعتی نے سماجی مزاحمت اور اصلاحی متنی علماء نے قرآن کی داخلی تنظیم پر زور دیا۔
موجودہ دور میں یوسف سیجا قرآن کو عملی فکری رہنمائی کے لیے استعمال کرتے ہیں، جبکہ ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کی توحیدی تحریک نے عقیدہ، دعوت اور منظم تربیت کے ذریعے مثبت سماجی اور فکری اثرات مرتب کیے۔

نتیجہ

اسلامی فکر کا ارتقاء ہر دور کے سیاسی، فکری اور سماجی حالات کے مطابق بدلتا رہا۔ ہر مفکر نے اپنے وقت اور اپنے فہم کے مطابق کام کیا۔ امام غزالی نے فرد کی باطنی اصلاح پر زور دیا، ابن تیمیہ نے دین کی اصل صورت کی حفاظت کو ترجیح دی، شاہ ولی اللہ نے امت کی اجتماعی اصلاح پر توجہ دی، علامہ اقبال نے فکری تجدید اور اجتہاد کو اہم سمجھا، مودودی اور سید قطب نے اسلام کو نظامی اور انقلابی شکل میں پیش کیا، ڈاکٹر علی شریعتی نے سماجی شعور کو اجاگر کیا اور امین احسن اصلاحی نے قرآن کی متنی وحدت پر زور دیا۔

موجودہ دور میں **یوسف سیجا** کی "قرآنی نظام کی عملی تعبیر" قرآن کو نظریہ نہیں بلکہ عملی فکری رہنمائی کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کرتی ہے، جبکہ **ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی** کی توحیدی تحریک نے عقیدہ توحید کی بنیاد پر تدریجی اصلاح، تربیت اور شعوری بیداری کے ذریعے مثبت اثرات مرتب کیے۔

یوں کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ دور میں قرآنی نظام کی عملی تعبیر اور توحیدی تحریک دونوں اسلامی فکری ارتقاء کے متوازن مراحل ہیں، جو قرآن کو محض نظریہ یا نعرہ بنانے کے بجائے عملی زندگی میں رہنمائی کا ذریعہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

حوالہ جات

غزالی، ابو حامد محمد۔ (۱۹۹۷ء)۔ المنقذ من الضلال۔ مختلف مطبوعات۔

ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم۔ (۱۹۹۹ء)۔ مجموع الفتاویٰ۔ ریاض: مجمع الملک فہد لطباعة المصحف الشریف۔

شاہ ولی اللہ دہلوی، احمد بن عبد الرحیم۔ (۲۰۰۵ء)۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ قاہرہ: دار الکتب الحدیثہ۔

اقبال، محمد۔ (۱۹۳۰ء)۔ تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ (The Reconstruction of Religious Thought in Islam)۔ لاہور: مختلف اشاعتیں۔

مودودی، سید ابو الاعلیٰ۔ (۱۹۶۰ء)۔ اسلامی ریاست / اسلامی قانون اور دستور۔ لاہور: اسلامی نشریات۔

قطب، سید۔ (۱۹۶۴ء)۔ معالم فی الطریق۔ قاہرہ: دار الشروق۔

شریعتی، علی۔ (۱۹۷۹ء)۔ اسلام شناسی / اسلام کی سوشیالوجی۔ تہران: حسینیہ ارشاد پبلی کیشنز۔

اصلاحی، امین احسن۔ (۱۹۸۵ء)۔ تدبرِ قرآن۔ لاہور: فاران فاؤنڈیشن۔

سعید، ابو حیان ۔ (٢٠٢٦)علامہ یوسف سیجا - ایک فکری تنقیدی زاویہ

عثمانی، مسعود الدین۔ توحیدی تحریک . فلاح کا راستہ . کراچی: 1975